قتلِ غیرت

(HONOUR KILLING)

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

ویمن اینڈ فیملی کمیشن

جماعت اسلامی پاکستان

بسم الله الرحمن الرحیم

قتلِ غیرت

(HONOUR KILLING)

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی
ثریا بتول علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

عورت، اُس کی حقیقت، مقام کا تعین اور اس کے مطابق معاشرے میں اس کے عزت ووقار کو بلند کرنا، اِس وقت مسلم معاشروں کے لئے ایک بڑا چیلنج ہے۔

صورتحال یہ ہے کہ جب ایک مسلمان عورت شادی کرنے کے لئے معاشرتی رکاوٹوں کو توڑ کر گھر سے بھاگ کر نکاح کرتی ہے تو اُس گھر کے مرد غصّہ، جوش یا غیرت میں آ کر اُسے جان سے مارنے کی کوشش کرتے ہیں یا مار دیتے ہیں۔

یہ گھناؤنا جرم ہمارے معاشرے میں دین سے دُوری اور جہالت کی وجہ سے بڑھتا جا رہا ہے۔ اور دُنیا بھر پاکستانی معاشرے کی تنگ نظری اور 'عورت دُشمنی' کے لحاظ سے رپورٹ ہوتا ہے۔ عورت معاشرے سے بغاوت کا اظہار کرتی ہے اور مرد انتقام اور غیرت کے ثبوت میں قتل کا جرم کرتا ہے۔ چونکہ عدالتیں قانون کی تشریح میں کسی ایک ضابطے کی پابند نہیں اس لئے کبھی عورت مظلوم ٹھہرتی ہے اور کبھی مرد۔

یہ مسئلہ اَب قانون اور اُس کے عملی نفاذ کی کمزوری کے سبب انسانی حقوق کی نام نہاد تنظیموں کے نظریات اور دستور پاکستان کے درمیان شدید تنازع کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ این جی اوز صرف عورت کی جان کی حفاظت چاہتی ہیں۔ غیرت، حیا عزت وعصمت اور نکاح اُن

کے نزدیک فرسودہ اخلاقی اقدار ہیں، جنہیں اَب توڑنا ہوگا۔ اِس وقت پاکستانی معاشرے میں مسلمان کے گرداگرد ایک شدید رسہ کشی ہے۔ قتلِ غیرت بھی اِس حوالے سے ایک اہم موضوع ہے۔

کیا اسلام جذبات انتقام یا غیرت کے نام پر فرد کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت دیتا ہے اور اگر وہ لیتا ہے، تو پھر وہ عدالت میں ثابت کرے کہ اُس نے قانون کو کیوں اپنی گرفت میں لیا۔

دُنیا میں حقیقی قیام امن کے لئے ملکوں کو اپنے آئینی نظریاتی اور معاشرتی تناظر میں قانون سازی کرنے میں آزاد ہونا چاہیے، نہ کہ انسانوں کے بنائے ہوئے کسی عالمی ایجنڈے کا بے جا پابند۔

ہمارا یہ کتابچہ محترمہ سمیحہ راحیل قاضی صاحبہ کا لیکچر ہے۔ جو (NIPA) لاہور اکیڈمی میں زیرِ تربیت افسران کے ایک کورس میں ہیومن رائٹس کے سیمینار میں دیا گیا اور دوسری تحریر محترمہ ثریا بتول علوی صاحبہ کی ہے، جس میں اسلامی قانون میں قتل غیرت کی حیثیت سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہم محترمہ سمیحہ راحیل قاضی (سابقہ ایم۔این۔اے) اور محترمہ ثریا بتول علوی صاحبہ کے اس تعاون کے لئے شکرگزار ہیں۔

عافیہ سرور

کنوینر

ویمن کمیشن جماعت اسلامی پاکستان

قتلِ غیرت

Honour Killing

(سمیحہ راحیل قاضی)

الشریعۃ:

شریعت اِس قانون کا نام ہے، جواللہ نے قرآنِ کریم اور حضور اکرم ﷺ کی سنت کے ذریعے انسانوں کی رہنمائی کے لئے بنایا ہے۔

مقاصد الشریعۃ:

شریعت اسلامی کے پانچ مقاصد ہیں۔

ا۔ تحفظ دین وعقیدہ

اللہ نے پہلے انسان حضرت آدمؑ کو بھی نبی بنایا تا کہ حیات انسانی میں ایک لمحہ بھی اللہ کی رہنمائی کے بغیر نہ بسر ہونے پائے۔ حضرت محمدؐ تک آنے والے تمام انبیاء کرام نے انسان کو اپنے رَبّ کی پہچان کرائی۔ تحفظ دین وعقیدہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ کیونکہ عقیدہ کے بغیر انسان ایک صحرا میں حیران و پریشان کھڑا ہوتا، نہ خالق کی پہچان ہوتی، نہ منزل کا پتہ ہوتا، نہ خیر وشر کی تمیز ہوتی، نہ جزا وسزا کا تصور ہوتا۔

دین سے مراد زندگی گزارنے کا سلیقہ ہے۔ Way of Life ہے۔ Life Style ہے۔ اسلام سے ناواقف، بے حمیت حکمرانوں اور کم علم راہبوں نے دین اور دُنیا کا الگ الگ تصور پیش کیا۔ حالانکہ قرآن کریم واضح اور دوٹوک الفاظ میں بتاتا ہے کہ

ان الدین عند اللہ الاسلام

اللہ کے نزدیک دین (Life Style) صرف اسلام ہی ہے اور اسلام جاء نماز کا دین ہے اور تجارت کا بھی، گھر کا دین بھی ہے اور پارلیمنٹ کا بھی، نظام حکومت کا دین بھی ہے اور میدانِ جنگ کا بھی۔ زندگی کے کسی بھی لمحے میں بھی وہ انسان کی رہنمائی سے غافل نہیں ہے۔ دین قائم کرنے کا اصل مقصد، معاشرت اور سوسائٹی میں امن وسکون فراہم کرنا ہے، سلامتی دینا ہے اور ماحول میں خوشیاں بکھیرنا ہے۔

۲۔ تحفظ جان

ومن احیا ھا فکانما احیا الناس جمیعا (المائدۃ:۳۲)

ترجمہ: ''جس نے ایک انسانی جان کو بچایا، گویا اس نے تمام انسانیت کو بچالیا۔''

اسلامی معاشرہ انسان کو، انسان کے شر سے بچانے کے لئے سازگار ماحول فراہم کرنے کا پابند ہے، حضور نبی کریمؐ نے اُمت کو بشارت دی تھی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ایک عورت سونا اُچھالتی تنہا سفر کرے گی اور اِسے درندے کے سوا کسی کا خوف لاحق نہ ہوگا۔ یعنی جب اسلامی معاشرہ قائم ہوگا تو اِس میں ایک عورت، جس کی عزت کی حفاظت بھی یقینی ہوگی، سونا اُچھالتی جائے گی یعنی جان، مال اور آبرو محفوظ ہوں گے۔

۳۔ عقل

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بار بار انسان کو کائنات میں غور وفکر کرنے اور تحقیق وجستجو کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ منشیات اور ہر قسم کی نشہ آور اشیاء، جس سے انسان کی عقل میں فتور آئے، اِسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ ایسے مشاغل جس سے انسان کی حیوانی اور سفلی جذبات برانگیختہ ہوتے ہوں، اِس سے دُور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ بُلند اور ارفع واعلیٰ مقاصد کی طرف انسانوں کو رہنمائی دی گئی ہے۔ بعد از موت فلاح کا تصور اور اپنے ربّ کی خوشنودی کی خاطر کام کرنا معاشرے میں انصاف اور احسان کے رویے پیدا کرتا ہے اور حرص ولالچ اور مادی دُنیا میں زیادہ

سے زیادہ عیش حاصل کرنے کی ہوس دُنیا میں شر و فساد کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ عقل کو اِس فانی دُنیا کی چند روزہ زندگی کی آسائشوں کی بجائے آخرت میں ہمیشہ کی زندگی کی کامیابیوں کے تصور سے وابستہ کر کے ہی بے لوث اور مخلص معاشرے کی تعمیر ممکن ہے۔

۴۔ مال

قرآنِ کریم انسان کو تلقین کرتا ہے کہ

لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل

ترجمہ: ''آپس میں ایک دوسرے کا مال غلط طریقوں سے نہ قبضہ کرنا''

اللہ تعالیٰ نے اِسی لئے دُنیا کے وسائل انسان کے قبضے اور اختیار میں دیئے ہیں کہ انصاف کے ساتھ اِن کی تقسیم کی جائے۔ اِسی لئے چوری، ڈاکہ، سود، دھوکہ، فریب اور ہر قسم کے استحصالی نظام کی بیخ کنی کی گئی ہے اور اِن کو قابلِ سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔

۵۔ نسب

حضورؐ نے فرمایا: ہر دین کی ایک امتیازی شان ہوتی ہے۔ اسلام کی امتیازی شان حیا ہے۔ اِس لئے حیا کا چلن معاشرے میں عام کرنے کے لئے اسلام کا ایک پورا نظام عفت و عصمت ہے، جسے آج مغرب میں کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے اور اِسی لئے ہمارے معاشرے میں سے بھی ناپید کرانے کے لئے پوری طاقت سے یلغار جاری ہے۔ اسلام کا خاندانی نظام، آج بھی ہمارے ترکش میں آخری ہتھیار کے طور پر محفوظ ہے۔ نسب کی حفاظت سے ہی خاندان کے ادارے کی بھی حفاظت ہوگی اور معاشروں کی اقدار اور اچھی روایات بھی محفوظ ہوں گی۔

اسلام کا معاشرتی نظام

حضور نبی کریمؐ نے انسانوں کو اپنے ربّ کی معرفت اور پہچان کراتے ہوئے، خوف آخرت اور اپنے خالق کے سامنے جوابدہی کا احساس و شعور دیا، جس کی وجہ سے انسان میں اچھے

کاموں کے کرنے اور غلط کاموں کے نہ کرنے کی حس بیدار ہوئی۔ انسانی رویوں کی اصلاح کے لئے بنیادی insentive اور محرک اللہ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوکر جواب دینے کا احساس ہے کہ انسان کو معلوم ہو کہ مجھے اللہ نے وجود زندگی اور دُنیا کی نعمتیں اس لئے دی ہیں کہ میں اپنے جسمانی اور مالی وسائل یعنی resources استعمال کر کے دُنیا میں عدل وانصاف قائم کرسکوں، جہاں انسان، انسانوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی میں آ جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے

ان اللّٰہ یامر کم بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشاء و المنکر و البغی یعظکم لعلکم تذکرون.

ترجمہ: ''بے شک اللہ تمہیں عدل اور احسان اور قرابت داری کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور بُری باتوں اور سرکشی سے منع کرتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرسکو۔''

معاشرے میں قوانین کو لاگو کرنے سے پہلے، تعلیم اور ترغیب یعنی awareness اور Persuation سے کام لینا ضروری ہے۔ Implementation Of law کے لئے انسانی رویوں میں اصلاح بہت ضروری ہے۔ انبیاء اپنی سوسائٹیز کے Social Reformers اور بہترین Communicators ہوتے تھے۔ آج بھی قانون تبھی قابلِ عمل ہوگا جب کہ اِس کے لئے معاشرے میں عدل، توازن، انصاف اور احسان کے رویے موجود ہو۔

عدل	توازن	قسط	احسان
Social	Justice	Equilibrium	Harmony

اور اِس کے ساتھ ساتھ قوت واختیار بھی ضروری ہے کہ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

ان اللہ یضع بالسلطان مالا یضع بالقرآن○

ترجمہ:"اللہ تعالیٰ قوتِ اختیار اور اقتدار کے ساتھ وہ چیزیں بھی ختم کر دیتا ہے جو قرآن کے ذریعے ختم نہیں کرتا۔"

اقبال بھی فرماتے ہیں:

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

اسلام میں سزا کا تصور

جرم کی تعریف:

ہر اِس گناہ کے کام کا ارتکاب جس سے اللہ اِس کے رسولؐ نے منع کیا ہے اور اِس کے لیے سزا دی ہے یا کسی ایسے کام کو نہ کرنا جس کو نہ کرنے پر سزا دی جاتی ہے۔ اسلام میں جن جرائم پر سزائیں واجب ہیں، وہ سات ہیں:

۱۔ بغاوت

۲۔ ارتداد:۔ مسلمان ہو کر دوبارہ کافر ہو جانا

۳۔ زنا

۴۔ قذف:۔ زنا کا جھوٹا الزام لگا کر ثبوت پیش نہ کر سکنا

۵۔ چوری

۶۔ ڈاکہ۔ راہ زنی

۷۔ شراب نوشی۔ خمر

جرائم کی تقسیم شریعت کی رو سے تین اقسام پر مشتمل ہے۔

۱۔حدود　　　　۲۔قصاص ودیت　　　　۳۔تعزیرات

۱۔حدود

قرآن وسنت نے جن جرائم کی سزا مقرر کی ہے۔

۱۔چوری　　۲۔ڈاکہ زنی　　۳۔زنا

۴۔تہمت زنا (قذف)　　۵۔شراب نوشی

۲۔قصاص ودیت

قصاص ودیت بھی حد میں شامل ہے۔مگر قصاص کو حدود کی طرح حقوق اللہ نہیں بلکہ حقوق العباد میں شامل کیا گیا ہے۔جس طرح تعزیر کو حد نہیں کہا جا سکتا اِسی طرح فقہاء بھی قصاص ودیت کو حد نہیں کہتے۔

۳۔تعزیرات

جن سزاؤں کو قرآن وسنت نے مقرر نہیں کیا بلکہ عدالت اور قاضی کے فیصلے پر منحصر رکھا گیا ہے۔وہ تعزیرات کہلاتی ہیں۔

قرآن وسنت نے حد اور تعزیری سزاؤں کے لیے چند شرائط مقرر کی ہیں او۔دُنیائے عدل و قانون میں سب سے پہلا انقلابی اقدام یہ کیا ہے کہ نیت، ارادے اور قصد یعنی Intention کو جرم کا بنیادی رُکن گردانا ہے۔اسلام میں سزا کا بنیادی تصور یہ ہے کہ معاشرہ امن وسکون اور پیار ومحبت سے رہے اور کوئی بھی غیر اخلاقی اور غیر انسانی فعل اور رویہ، سزا اور پکڑ سے نہ بچ سکے۔

حرمت خونِ انسانی اور شریعتِ اسلامیہ

ومن یقتل مومنا متعمدًا فجزاؤہ جھنم خلدا فیھا و غضب اللّٰہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذابا عظیماo (النساء:۹۳)

ترجمہ: ''جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے، اس کی سزا جہنم ہے اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔ ایسے شخص کے لیے اللہ کا غضب اور لعنت اور سخت عذاب ہے۔''

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما

قتل الناس جمیعاً o (المائدہ:۳۲)

ترجمہ: ''جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ قاتل ہو یا زمین میں فساد برپا کرنے والا ہے کو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام انسانیت کو قتل کر ڈالا''

اور جس نے ایک جان کو بچایا گویا اُس نے تمام انسانیت کو بچالیا۔

حضور اکرمؐ کی ایک حدیث کے مطابق براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دُنیا بھر کا زوال ایک مسلمان کے قتلِ ناحق کی بہ نسبت زیادہ بے حقیقت ہے۔'' (کتاب الفقہ)

قیامت کے روز سب سے پہلے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۸۷۴)

قتل عمد

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ ایک انسان کی زندگی ختم کرنا دُنیا کا سب سے بڑا جرم ہے۔ اِس لیے کہ زندگی کائنات کا وہ سربستہ راز ہے جس کی حقیقت صرف اللہ ربّ العالمین کے پاس کھلی اور عیاں ہے۔ ساری دُنیا کے سائنس دان مل کر بھی کوشش کر لیں تو وہ ایک مچھر میں زندگی نام کی شے پیدا نہیں کر سکتے کجا کہ وہ اشرف المخلوقات کی زندگی کے بارے میں سوچ بھی سکیں۔ زندگی دینا اور لینا صرف خالقِ کائنات کا کام ہے اور جو کوئی اِس کام میں حصہ دار بننے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دُنیا وآخرت میں اِس کے لیے رسوا کن سزا مقرر کی ہے۔ عبداللہ ابنِ عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے کعبہ کا طواف فرماتے ہوئے فرمایا کہ

''اے کعبہ تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم ہے اور تیری عزت کتنی ہے لیکن مجھے اِس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کی عزت تیری عزت سے بڑھ کر ہے اور اسی طرح سے اِس کا مال اور خون بھی ہے اور پھر کہا کہ قتل عمد شرک کے بعد بڑا ظلم ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

بے شک انسان اللہ کا گھر ہے اور جس شخص نے اللہ کے گھر کو ڈھایا وہ لعنت زدہ اور ملعون ہے۔

اِن احادیث کی روشنی میں یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ قتل ناحق انتہائی گھناؤنا اور قبیح فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتلِ ناحق اسلامی معاشرہ اور انسانیت کے حق میں سب سے بڑا جرم ہے۔

فوری اشتعال۔غیرت کے نام پر قتل

قانون قتل کے جواز کو عمومی مستثنیات کے حوالے سے معاف کرتا ہے مثلاً فوری اشتعال اور مجبوری اور اگر اِس میں غیرت کا معاملہ بھی شامل ہو تو قتل کے لیے قاتل کو تحفظ دیتا ہے۔ جیسے بیوی، بہن، بیٹی یا ماں کی عزت وعصمت میں خلل پیدا ہو جائے تو فوری صدمہ یا اشتعال کی صورت میں غیرت پر قتل قرار دیا جا سکتا ہے۔ مگر قتلِ غیرت بہر حال قتل عمد ہے۔

کیونکہ اللہ نے زنا اور قتل دونوں کی سزائیں خود الگ الگ مقرر کی ہیں اور صرف حکومتِ وقت اور عدالت کو یہ اجازت دی ہے کہ انصاف، قانون اور گواہی کے تقاضے پورے کر کے سزا جاری کریں اور افراد قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہ لیں۔ اللہ سب سے زیادہ غیرت والا ہے، اِس نے صحابہ کے حضورؐ سے پرزور اصرار پر لعان کا قانون قرآنِ مجید میں نازل کیا جب صحابہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اگر شوہر اپنی بیوی کو بدکاری کرتے دیکھ لے تو اُسے، اِس وقت مار دے یا کیا

کرے؟ تو حضور اکرمؐ پر سورۃ نور کی آیت ۶ تا ۹ آیات نازل ہوئیں کہ وہ عدالت میں چار قسمیں کھائے گا کہ وہ اپنے الزام میں سچا ہے اور پانچویں قسم اُٹھائے گا کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر وہ اپنے بیان میں جھوٹا ہو۔ اگر بیوی اعتراف جرم کر لے تو اس پر حد جاری ہو گی مگر اگر وہ چار قسمیں کھالے کہ یہ میرا شوہر جھوٹ بول رہا ہے اور پانچویں قسم یہ اُٹھائے کہ اللہ کی لعنت ہو مجھ پر اگر یہ سچا ہو تو وہ سزا سے بچ جائے گی۔ اِسے بری کر دیا جائے گا۔ یعنی شوہر کو بھی اپنی بیوی کے قتل کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ قتل زنا سے بدتر اور بڑا گناہ ہے۔

قتلِ عمد کی تعریف اور شرائط

قتلِ عمد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی خاص شخص کو کسی ایسی چیز سے قصداً مارے، جس سے مضروب بالعموم ہلاک ہو سکتا ہو اور وہ ہلاک ہو جائے تو پھر یہ قتلِ عمد کہلائے گا۔

ایسا قتل ایسے ہتھیار یعنی تیز دھار آلہ، بندوق، پستول یا آتشین اسلحہ سے مارنا ہے یا اراداتاً مار دیا جانا، آگ میں جلا دیا جانا یا پانی میں ڈبو دیا جانا مراد ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱۶ ص ۱۰۸)

شرائط:

۱۔ ایسا قتل کرنے والا قتلِ انسانی اراداتاً یا دیدہ دانستہ کرے۔

۲۔ ایسا زخم لگائے کہ اِس زخم سے موت یقینی واقع ہو جائے۔

۳۔ ایسے اوزار یا ہتھیار سے قتل کرے، جس سے قتل کا وقوع ممکن ہو سکے۔

۴۔ اِس قدر ضربات لگائے کہ موت واقع ہو جائے۔

مگر آج قتلِ غیرت کو وطنِ عزیز کا بہت ہی اہم ترین مسئلہ بنا کر اُچھالا جا رہا ہے۔ اِس کے پسِ پردہ کون سی قوتیں اور کیا عوامل کارفرما ہیں۔ اِس کا کچھ جائزہ لیتے ہیں۔

حقوق نسواں کا عالمی ایجنڈا اور پاکستانی عورت کا کردار

جدید استعمار کے دو اہداف:

۱۔ دُنیا بھر کی دفاعی صلاحیتیں سلب کر لی جائیں

۲۔ ثقافتی غلامی اور گلوبل کلچر کے ذریعے آزادیٔ نسواں

اِن دونوں اہداف پر پوری قوت کے ساتھ عمل درآمد جاری ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم ایک Unipolar دُنیا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ گلوبلائزیشن کے تصور کے ساتھ ہی دُنیا بھر کی اقوام کو یک رنگی تہذیب میں رنگا جا رہا ہے۔ ایک قسم کی سوچ، ایک ہی کلچر، ایک ہی لباس اور ایک ہی کھانا اور ایک ہی تمدن کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ ارسطو اور افلاطون نے غلاموں کی تعریف میں جو اقوال نقل کیے ہیں کہ نہ انہیں سوچنے کا حق حاصل ہے اور نہ منصوبہ بندی کا۔ آج استعمار نے قوموں سے بھی سوچنے اور منصوبہ بندی کرنے کا حق چھین لیا ہے اور اِن کو ہر طرح سے غلامی کے شکنجے میں کسا جا رہا ہے۔

مشرق و مغرب کی اخلاقی اقدار بالکل جدا اور مختلف ہیں۔ وہاں پر حیا، عفت، پاکدامنی، عصمت کے الفاظ ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ معاشرہ حیوانیت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جہاں انسانی رشتوں کے احترام اور وقار کی کوئی قیمت نہیں، کوئی قدر نہیں۔ شادی اور خاندان کے ادارے کی کوئی اہمیت نہیں۔ دُنیا اِسی لیے فساد سے بھر گئی ہے کہ اِس کی بنیادی اکائی یعنی خاندان اور گھر میں فساد برپا ہے۔ گھر اُجڑ رہے ہیں۔ اِس لیے معاشرے، قومیں اور دُنیا اُجڑ رہی ہے۔

گھر اور خاندان آج بھی اُمتِ مسلمہ کی ترکش کے آخری تیر ہیں، جو بچے ہوئے ہیں حرم اور گھر وہ آخری مورچہ ہے، جہاں تہذیبیں پناہ لیا کرتی ہیں۔

آج اِسی آخری مورچے پر سب سے زیادہ حملے ہو رہے ہیں کہ کسی طرح عورت کو اپنے اصل کام یعنی انسان سازی سے غافل کر کے آزادیٔ نسواں کے پُرفریب جال میں پھنسا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو اپنی سب سے بڑی صفت، تخلیق سے نوازا ہے، جس پر وہ جتنا ناز کرے، کم ہے۔

بقول علامہ اقبال ہر تخلیق کرنے والی ہستی کو خلوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس لیے خالقِ کائنات بھی پسِ پردہ جلوہ فرما ہے اور عورت کے لیے بھی اِس نے خلوت کو پسند کیا ہے تا کہ وہ اپنی تخلیق کی تعمیر یک سوئی سے کر سکے۔

اِسی بنیادی فریضے سے اُسے ہٹانے کے لیے اِسے Women Empowerment کے نام پر محبتوں اور حفاظتوں کے رشتوں سے بغاوت کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ مرد جو اِس کا باپ ہے، بھائی ہے، شوہر ہے اور بیٹا ہے۔ جو اِس کے عزیز ترین رشتے ہیں، اِن کے درمیان نفرتوں کی دیوار کھڑی کی جا رہی ہے۔ مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے مدِ مقابل قوتوں کے طور پر صفِ آرا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اگرچہ ہمارا پاکستانی معاشرہ اسلامی معاشرہ نہیں ہے۔ یہاں پر عورت دوہرے طور پر ظلم کا شکار ہے۔ ایک طرف اِن روایات اور رسوم و رواج کی اسیر ہے جس سے اِس کے نبی رحمتؐ نے اِسے نجات دلائی تھی۔ جس کے آنے پر اُسے انسان سمجھا گیا تھا اُسے زندگی، تعلیم، بنیادی حقوق، شادی اور رائے کی آزادی سے نوازا گیا تھا۔ جسؐ کے آنے پر کہا جاتا تھا کہ وہ آئے تو ہر طرف عورت ہی کا چرچا ہونے لگا۔ اِسی نبیؐ کی اُمت کی بیٹیوں پر جاہلی اور رواجی معاشروں کے کالے مہیب سایوں کا راج ابھی بھی چل رہا ہے۔ آج بھی تعلیم کے دروازے اِس پر بند ہیں۔ شادی میں اِس کی مرضی کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ وہ اپنی رائے کا آزادی سے اظہار نہیں کر سکتی۔ آج بھی اِسے جنس کی طرح فروخت کر دیا جاتا ہے اور بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیا جاتا ہے۔ مردوں کے قصوروں میں اِسے بھی بے گناہ پابند سلاسل کیا جاتا ہے۔

دوسری طرف وہ حقوق اور مساوات کے فریب کا شکار ہو کر تنہا اور غیر محفوظ ہوتی جا رہی ہے۔ مغرب نے عورت پر ظلمِ عظیم کیا ہے کہ اِسے تنہائی کے عذاب سے دوچار کر کے کھلونا بنا دیا ہے کہ جس سے کھیل کر جب جی بھر جائے تو پھینک دیا جاتا ہے۔ وہ جب گھر کی محفوظ جنت کی دہلیز

سے باہر نکل آئی تو معاشرے کے جنگل میں درندوں نے اِسے ایسے زخمی کیا کہ اِس کی رُوح بھی سسکنے لگی ہے اور وہ اَب Come Back Home کے بینر لیے سڑکوں پر نظر آتی ہیں کہ گھر! وہ تو قید خانہ نہیں جنت ہے۔ جس کا کوئی گھر نہیں ہوتا وہ تو بڑا ہی قابلِ رحم ہوتا ہے۔

آج کی پاکستانی عورت کو اِن دونوں استحصالی رویوں کے خلاف اُٹھ کر اپنے ربّ اور نبی رحمت کا دامن پکڑنے کی ضرورت ہے، جنہوں نے اِسے انسانیت کا شرف بخشا ہے۔ اِسے عورت ہی کے رُوپ میں قابلِ فخر مقام دیا ہے۔ اِسے زندگی کی دُوڑ میں مردانہ وار نہیں بلکہ نسوانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا ہے۔ ہمیں اپنی اقدار پر آج بھی فخر ہونا چاہیے۔ اپنے رشتوں کے احترام پر اور حفاظتوں کے حصاروں پر مکمل اعتماد رکھنا چاہیے۔ مرد اور عورت مل جل کر معاشرے کے غلط رویوں کی اصلاح کر سکتے ہیں اور ہم سب قوتوں کو متحد ہو کر کام کرنا ہوگا تا کہ خاندان کے ارادے مضبوط ہوں اور ایسے حالات تک نوبت نہ آئے کہ فساد، ظلم اور قتل و غارت گری تک معاملات جا پہنچیں۔

محبت، احترام، مشورے، رائے کو اہمیت دینا اور عورتوں کو وہ حقوق دینا جو اسلام نے اِسے عطا کیے ہیں، وہ اہم عوامل ہیں، جس سے خاندان کے ارادے مضبوط ہوں گے اور افراد صحیح ہوں گے تو اچھے خاندان وجود میں آئیں گے۔ اچھے خاندانوں سے اچھے معاشرے تشکیل پاتے ہیں اور اچھے معاشروں سے مہذب قومیں وجود میں آتی ہیں۔

قانون تو الفاظ کی تربیت ہے۔ احساس کی تہذیب ہے۔ اخلاق کی توضیح ہے، یہ کیسے غلط ہو سکتا ہے؟

ضابطہ تو زندگی ہے، تنظیم ہے۔ یقین محکم ہے۔ یہ کیوں کر خراب ہو سکتا ہے؟

اصول تو معاشرے کا چلن ہے۔ چلن کا سلیقہ ہے۔ بات کا قرینہ ہے۔ اِسے فضول قرار دے کر باقی کیا رہ جاتا ہے؟ (مظفر بیگ مرحوم)

آیئے! ہم قانون کی عملداری کا عہد کریں۔ وہ قانون جسے توڑ کر ایک فرد قانون کا مجرم ٹھہرتا ہے۔

آیئے! ہم وہ معاشرہ قائم کریں جو اسلام کی قدروں کا امین ہو۔ جس میں قوانین کی حرمت بحال ہو، خواہ وہ ملکی نظام چلانے کے قوانین ہو، یا خاندانی نظام کو بحال کرنے کے۔

ہم قوانین کے عدم نفاذ کو اِن کی کمزوری تصور نہیں کریں گے کیونکہ کمزوری قوانین میں نہیں، اِن کے نفاذ میں ہے۔ اِس لئے ہم قوت نافذہ کی اصلاح کریں گے۔

آیئے! ایک ہو جائیں، متحد ہو جائیں تا کہ خاندان اور اِس کے تقدس کو بچا سکیں۔ عورت کو بچا سکیں۔ مستقبل کو بچا سکیں اور سب سے بڑھ کر انسانیت کو بچا سکیں۔ جسے اِس کے جدید علمبرداروں ہی سے سب سے سنگین خطرہ لاحق ہے۔

غیرت کے نام پر قتل

(اسلامی قانون کیا کہتا ہے)

(ثریا بتول علوی)

اسلام دین فطرت ہے فطری تقاضوں کی تسلی اور اجتماعی زندگی کی بہتری کے لئے وہ ایسا جامع ضابطہ اور قانون پیش کرتا ہے، جو انسانیت کی دنیاوی اور آخروی کامیابی کا ضامن ہے۔ اس کا اجتماعی نظام، توحید، عدل وانصاف حیاء اور توازن کے اصول پیش کرتا ہے۔

مشرق اور مغرب کی معاشرتی واخلاقی اقدار بالکل جداگانہ ہیں، اہل مغرب کے ہاں غیرت، حیا اور عصمت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ نکاح بھی ان کے ہاں ایک فرسودہ رسم بنتی چلی جارہی ہے۔ وہاں ایک مرد بیک وقت کئی عورتوں سے تعلق رکھ سکتا ہے اور بیوی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ اسی طرح بیوی کے بھی کئی جگہ مراسم ہوتے ہیں مگر اس پر شوہر کو اعتراض کا حق نہیں۔ لہٰذا وہ اہل مشرق کے غیرت وحمیت کے جذبات واحساسات کو محسوس نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی اسی آبرو باختہ معاشرت کو بہترین سمجھ کر اسلامی ممالک میں اس کو پیلانا اپنے لئے لازمی سمجھتے ہیں۔ یو این او کی طرف سے ممبر ممالک میں یہ کام این جی اوز کے ذریعے سرانجام دیا جاتا ہے۔ مزید برآں میڈیا کے ذریعے اسلامی تہذیب وثقافت کے خلاف اور مغربی ثقافت کے حق میں زبردست پروپیگنڈہ جارحانہ انداز میں برپا کیا جارہا ہے۔

لہٰذا این جی اوز پاکستان میں قتل غیرت کو بھیانک جرم اور دہشت گردی بنا کر پیش کر رہی ہیں۔ ان کی ساری ہمدردی مفرور ہونے والی خواتین سے ہے جو گھروں سے اپنے آشناؤں

کے ساتھ بھاگ رہی ہیں۔شادی شدہ ہونے کی شکل میں ان کے معصوم بلکتے بچے اوران کے شوہر اوراجڑا گھر ان نظر نہیں آتے ۔کنواری ہونے کی شکل میں والدین کی عزت کی تباہی وبربادی اور عمر بھر کی بدنامی کا وہ شعور وادراک کر ہی نہیں سکتیں ۔ نہ انہیں معاشرتی اقدار کی پامالی کا کوئی شعور ہے۔اگر وہ عورتوں کے حقوق کے لئے اتنی ہی مخلص ہیں تو کشمیر، فلسطین، بوسنیا، کوسووا اور دیگر مقامات پر جوعورتوں کی عزتیں پامال ہورہی ہیں اور دشمنوں کے ہاتھوں گاجر مولی کی طرح کٹ رہی ہیں، کچھ ان پر احتجاج کرتیں، کچھ ان انسانی حقوق کی بھی دہائی دیتیں۔مگر ان کا تو مقصد ہی کچھ اور ہے! اگر پاکستان میں یہ قتل ختم کرنا چاہتی ہیں تو پھر فحاشی، عریانی اور شہوت رانی کے سدباب کے لئے بھی کوشش کریں۔لڑکیوں کی اخلاقی تربیتی کے مراکز قائم کریں تو ہمیں بھی اندازہ ہو کہ وہ ایسے قتل رکوانے میں کچھ مخلص ہیں۔ وگرنہ یہی سمجھا جائے گا کہ وہ پاکستانی معاشرے سے غیرت کے قتل کے خلاف چلائی جانے والی مہم کے بجائے خود غیرت اور عصمت وآبرو ہی کے خلاف ہیں۔انہیں صرف عورتوں کو گھروں سے فرار کرانے اور لومیرج کرانے سے دلچسپی ہے۔کسی بھی دین دار خاتون کی معمولی سی کمزوری کو خوب مرچ مصالحہ لگا کر عالمی ذرائع ابلاغ میں بھرپور کوریج دلا کر پاکستان کو بدنام کرتی ہیں۔ چنانچہ صائمہ کیس کا من پسند فیصلہ کروالینے کے بعد استعماری قوتوں کی ان جارحانہ کارروائیوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی لڑکیاں گھروں سے فرار ہونے لگیں۔آخر خود جسٹس رمدے۔جس نے صائمہ ارشد کیس کا فیصلہ سنایا تھا، کو یہ فیصلہ دینا پڑا:

''گھر سے بھاگ کر کی گئی شادی کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا''۔

(لاہور ہائی کورٹ)

غیرت کے جوش میں آکر اپنی عورتوں کو قتل کردینے کا تصور عرب کے جاہلی معاشرے میں بھی رائج تھا۔ جب پاک ، دامن عورتوں پر الزام لگانے کے نتیجے میں ''قذب'' کا حکم قرآن

پاک میں نارمل ہوا تو اچانک یہ سوال زور شور سے اٹھا کہ غیر عورت کے بارے میں تو انسان ایسے موقع پر خاموش رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو کسی غیر کے ہاتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھنے تو کیا کرے۔ مسلم مرد وعورت کے درمیان معاشرہ میں تعلق نکاح کے نام پر استوار ہوتا ہے۔ ایک منکوحہ کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی مرد سے اپنے بشر پامال نہیں کرائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو حرام قرار دیا ہے۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "جو شخص اللہ کی توحید اور میری رسالت کا قرار کرتا ہے، اس کے لئے تین باتوں کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

-1 کوئی شادی شدہ ہو کر زنا کرے۔

-2 کسی کو قتل کردے۔

-3 یا پھر کوئی دین سے مرتد ہو جائے اور جماعت سے الگ ہو جائے۔(بخاری ومسلم)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کرے، شریعت نے اس کا قتل جائز رکھا ہے۔ مگر کوئی شخص یہ قتل اپنے طور پر نہیں کرسکتا۔ اس کے لئے شریعت نے حاکم وقت کو اختیار دے رکھا ہے کہ وہ باقاعدہ عدالت کے ذریعے بدکار مرد یا عورت کو سزا دے، اور پھر یہ سزا دینے کے لئے بھی شریعت نے بڑی سخت شرائط اور قیود رکھی ہیں۔ جس میں الزام لگانے والے کو کم از کم چار عینی گواہ پیش کرنے ضروری ہیں۔(سورۃ نور، آیت 4)

یعنی وہ یہ گواہی دیں کہ انہوں نے ملزم کو واقعتاً اپنی آنکھوں سے زنا کرتے دیکھا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک گواہ بھی مشکوک ہو تو ملزم پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ عام حالات میں چار گواہ اور وہ بھی جنہوں نے ارتکاب جرم اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، ملنا اور سنگساری کے لئے گواہی کا نصاب پورا ہونا ہی بڑا مشکل ہے۔ چنانچہ جو لوگ رجم کی حد کو وحشیانہ کہتے ہیں انہیں معلوم ہونا

چاہیے کہ اس کڑی شرط کی موجودگی میں شہادتوں کی بنا پر شاذ و نادر ہی کسی کو رجم کی سزا مل سکتی ہے اور اگر کبھی لگ بھی جائے تو اس سے پورے معاشرے کو ایسی عبرت حاصل ہوتی ہے کہ انہیں آئندہ ایسا جرم کرنے کی ہمت ہی نہ ہوگی اور اس سے عورت کی عصمت و آبرو کو مستقل تحفظ مل جائے گا۔

پاکستانی قانون اور قتل غیرت

پاکستانی قانون میں بیوی، بیٹی، بہن کو کسی غیر کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں پا کر قتل کر دینے والے کو قتل عمد قرار نہیں دیا جاتا بلکہ اسے قتل خطا قرار دیا گیا ہے۔ قاتل چند سال سزا کاٹ کر واپس گھر آجاتا مگر جہاں تک اس قانون کے غلط استعمال کا تعلق ہے مختلف لوگوں نے اپنے مخصوص مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے۔ مثلاً ہمارے دیہاتوں میں عام سی بات ہے، بہن، بیٹی، بیوی کو بدچلنی کے الزام میں ٹوکے، چھری، کلہاڑی وغیرہ سے فوراً موقع پر ہی قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح قتل و قتال کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا ہے۔ بسا اوقات اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے بے قصور اور بے گناہ عورتوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ ملوث دیکھنے کا بہانہ بنا کر دشمنوں کو اور ساتھ اپنی خواتین کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا ہے۔

گویا قتل غیرت کو قتل خطا قرار دینے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وڈیرے جاگیردار اپنی دشمنوں کا بدلہ قتل غیرت کو بنا کر لیتے ہیں۔ اپنی بہن، بیٹی، بے قصور ماری گئی مگر اس طرح دشمن تو ہلاک ہو گیا۔ اب کیس غیرت کے قتل کا بنایا گیا، نہ کہ قتل عمد کا۔ لہٰذا چند سال قید کاٹ کر واپس گھر آ گئے۔ لیکن اس سے قتل و قتال اور دشمنیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر چل نکلتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ قانون پر نظر ثانی کی جائے تا کہ مجرم اس کا غلط استعمال نہ کر سکیں۔

قتل غیرت بہر حال قتل عمد ہے

بہر حال یہ قتل مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر قتل عمد ہے:

1- اللہ تعالیٰ نے قتل اور زنا دونوں کو حدود میں شمار کیا ہے۔ دونوں کی سزا خود مقرر کی ہے۔ ایک حد کی جگہ پر کوئی دوسری سزا دینا (یعنی بجائے رجم کرنے کے قتل کر دنیا) گویا اللہ تعالیٰ حق میں مداخلت ہے۔

2- سزا کا نفاذ (خصوصا حدود کے معاملات میں) کسی انسان کی نہیں، بلکہ حکومت وقت کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ صرف وہی سزا دینے کی مجاز ہے۔ لہٰذا یہ قتل غیرت دراصل قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے مترادف ہے۔ جو شریعت کے احکام سے متصادم ہے۔

3- عدالت کسی بھی معاملے میں قانونی پہلوؤں کو خوب اچھی طرح جانچ پرکھ اور شہادت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد سزا کا نفاذ کرتی ہے اور عدالت کا قیام ہوتا بھی اسی مقصد کے لئے ہے۔ اگر کوئی شخص بطور خود سزا نافذ کرنے لگے تو عدل، قانون، شہادت وغیرہ کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔

4- اللہ تعالیٰ نے جرم زنا کے سلسلے میں میاں بیوی کے سلسلے میں العان کا قانون عطا فرمایا۔ حالانکہ کچھ صحابہؓ نے عذر پیش کیا تھا کہ ایسے موقع پر کیا ہم گواہ ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوں۔ مگر آپؐ نے پھر بھی قتل کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا: ثبوت لاؤ یا حد لگواؤ اور سعد بن عبادہؓ کے بارے میں فرمایا۔ اپنے سردار کو دیکھو یہ کتنا غیرت والا ہے (جو اس موقعہ پر اپنی بیوی کو قتل کر دینے کی بات کر رہا ہے) مگر یاد رکھو میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ

غیرت والا ہے۔اس طرح آپؐ نے بار بار کے اصرار کے باوجود اس قتل کی اجازت نہیں دی۔

-5 قتل بہر صورت زنا سے بڑا گناہ ہے۔سورۃ فرقان کی آیت 68 کے مطابق عبادالرحمٰن کی صفات میں ذکر ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ (وہ لوگ اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود پکارتے اور اس شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور وہ بدکاری بھی نہیں کرتے۔پھر سورۃ نساء آیت 93 میں اللہ نے قتل عمد کرنے والوں کو چار سخت سزاؤں کی وعید سنائی ہے۔ان میں دائمی جہنم، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور عذاب عظیم شامل ہیں)۔

ان احکام کی روشنی میں زانی کو قتل کرنا چھوٹے گناہ کے مقابلے میں بڑے گناہ کا ارتکاب کرنا ہے جو شخص ایک بار قتل ہو جائے وہ کبھی دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔قاتل کا تاحیات توبہ کرنا، صدقہ دینا اور مختلف قسم کی نیکیاں کرنا بھی مقتول کو واپس نہیں لاسکتا۔یہی امر قتل کے سنگین جرم ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ رجم کرنا بھی تو ایک قسم کا قتل ہے۔مگر رجم ایک اخصوص انداز کی سزا ہے جسے صرف عدالت نافذ کر سکتی ہے۔وہ بھی صرف اس وقت جب ثبوت اور گواہیاں مکمل ہو جائیں اور جس کا پورا ہونا عمومی حالات میں ایک امر محال ہے۔پھر بھری مجلس میں سزا کا نفاذ کیا جاتا ہے تاکہ عوام الناس کو عبرت ہو اور وہ گناہ سے نفرت کریں جبکہ یوں خاموشی سے قتل کر دینے سے شرعی حد کی حکمت اور عبرت کا تقاضا مکمل نہیں ہو سکتا۔

-6 قتل کسی بھی وقت اشتعال میں آکر فوراً ہو جاتا ہے جبکہ زنا کا ارتکاب یکدم نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے کافی مدت کی غیر شرعی دوستیاں اور شناسائیاں موجود ہوتی ہیں۔یہاں تک کہ زنا کے محرکات کے ظہور کے بعد ہی اصل زنا کا ظہور عمل میں آتا ہے۔ولی حضرات باپ، بھائی، شوہر

وغیرہ تب کہاں ہوتے ہیں۔ وہ عورت کے نگران ہیں۔ ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ عورت کو بے حجابی سے روکیں، نامحرموں سے میل ملاقات پر پابندی لگائیں۔ مخلوط تقریبات میں نہ جانے دیں۔ گھر کے ماحول کو بھی ہیجان انگیز میڈیا سے بچائیں۔ یہ سب کچھ نگران مردوں کی لاعلمی، چشم پوشی اور مجرمانہ غفلت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مگر وہ اپنے قصور سے صرف نظر کرتے ہوئے سزا کا نشانہ اپنی عورتوں کو بناتے ہیں۔ اپنی مجرمانہ غفلت پر پردہ ڈالنے کے لئے عورتوں کو قتل کی بھینٹ چڑھا دینا کتنی بڑی ناانصافی کی بات ہے۔ مردوں کو چاہیے کہ وہ کسی بڑے گناہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے قبل ہی آنکھیں کھلی رکھیں اور عورت کی چال ڈھال، میک اپ، بے حجابی، بغیر ضرورت باہر کی چلت پھرت سے روکیں۔ اگر کوئی نامناسب حرکت محسوس کریں تو اس کے سدباب کے لئے زبانی طور پر، ہاتھوں سے اور پابندیوں سے اسے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

خود اللہ تعالیٰ نے زنا سے روکتے ہوئے لَاتَقْرَبُو الزِّنَا (زنا کے قریب نہ جاؤ) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ لَاتَفْعَلُو الزِّنَا (زنا نہ کرو) کے الفاظ بیان نہیں کئے۔ کیونکہ زنا کا صدور آخری مرحلہ ہے اور اس کی شروعات بہت زیادہ ہیں۔ اسلام نے احکام ستر وحجاب اور احکام استیذان اسی لئے ضروری قرار دیئے ہیں۔

7- پھر اللہ تعالیٰ نے حدود سے تجاوز کرنے والوں کو ظالم قرار دیا ہے اور حدود سے تجاوز کرنے کی سزا جہنم بتائی گئی ہے۔ (نساء، آیت 12 اور 14)

کہنے والا اعتراض کر سکتا ہے کہ آپ اس طرح این جی اوز کے مطالبے کو ہی تقویت دے رہے ہیں۔ مگر سوچنے کی بات ہے کہ وہ قتل غیرت کو قتل عمد قرار دینے کا مطالبہ کرتی ہیں، معاشرہ میں فری سیکس اور اباحیت پرستی کو فروغ دینے کے لئے۔ جبکہ راقمہ کا مقصد ہے کہ اصل اسلامی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے جس سے نہ صرف این جی اوز کے مذموم مقاصد تشنہ تکمیل رہیں گے بلکہ معاشرہ میں ایسی صورت حال بھی شاذ و نادر ہی پیدا ہوگی۔

اصل اسلامی تعلیم تو یہی تھی کہ ایسا معاملہ عدالت کے حوالے کیا جائے لیکن عملاً صورت حال یہ ہے کہ اسلامی قوانین مدت سے معطل ہیں۔ تو پھر ہر مسلم ملک میں مقامی رسم ورواج کے مطابق لوگ از خود ہی ایسے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگے اور مغربی قوانین چونکہ قتل کی سزا کے ویسے ہی مخالف رہیں اس لئے انہوں نے ہر جگہ اس کو قتل خطا ہی قرار دیا تھا۔ پھر زمانے کی گرد میں آہستہ آہستہ مقامی رسم ورواج غالب آتے گئے اور اصل اسلامی تعلیم اتنی نایاب ہوگئی کہ اس کو پیش کرنے پر عوام الناس بھی چونک اُٹھے اور علماء بھی آج اس رسم ورواج کے محافظ بنے بیٹھے ہیں۔ ورنہ پہلے خود موقع پر مشتعل ہو کر قتل کر دینے کی صورتیں استثنائی ہوا کرتی تھیں۔ اصل قانون مجرمان کو عدالت کے حوالے کرنے ہی کا تھا اور ہے بلکہ تا قیامت رہے گا۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بدکاری کے مخصوص فعل سے پہلے بے شمار گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے لومیرج یا بدکاری کی نوبت یکدم تو آتی نہیں۔ یہ مختلف مراحل کا نتیجہ ہے۔ نامحرم کو دیکھنا، ان سے گفتگو کرنا، باہم دلچسپی لینا، تنہائی میں ملاقاتیں کرنا، لمبے چوڑے عہد وپیمان باندھنا، پھر غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا وغیرہ، یہ منکرات ایسے ہیں جو روکے جانے کے بالاولی مستحق ہیں۔ جبکہ انسانی جان کے معاملے میں منکر کو تبدیل کرنا اور سزا کا نفاذ کرنا تو صرف حکومت ہی کا کام ہے۔ قتل کا معاملہ کوئی شخص اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔

مسئلہ کا اسلامی حل

اگر اس طرح کے قتل کو قتل خطاء قرار دیا جائے، تو قتل جیسے بھیانک جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ چند ایک معاملات میں تو واقعی جرم موجود ہوتا ہے مگر زیادہ تر قتل بدچلنی کے شبہ میں ہی کر دیئے جاتے ہیں اور کہیں مخالفین کو لقمۂ اجل بنانے کے لئے درمیان میں خواہ مخواہ بہن بیٹی کا من گھڑت قصہ ڈال کر مخالف کو قتل کرنے کے لئے اپنی کسی عزیزہ کو بھی قتل کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ مخالف کو ویسے قتل کرتے تو اس کی سزا قتل عمد ہوتی اور خود قتل کا نشانہ بننا پڑتا۔ مگر اس طرح وہ قتل، قتل خطاء کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ قاتل چند سال کی سزا بھگت کر گھر آ جاتا ہے۔

لہٰذا انسانی جان کی حرمت کا تقاضا ہے کہ ایسے قتل کو قتل عمد قرار دیا جائے۔ (پیچھے ہم شرعی دلائل سے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ قتل عمد ہی ہے اور اس حد میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا) مگر پاکستان کے مخصوص حالات میں پیش نظر مسئلہ نازک صورت حال اختیار کر جاتا ہے۔ لوگ حکومت کے پاس اپیل کرنا لاء حاصل سمجھتے ہیں کہ ہمارے موجودہ نظام عدالت میں ایسے کیس دس دس پندرہ پندرہ سال لٹکتے رہتے ہیں۔ ان پر بہت سے اخراجات کرنے کے باوجود بھی قرار واقعی انصاف نہیں ملتا۔ لہٰذا حقیقی جرم اور بے حیائی دیکھ کر بھی لوگ خاموش رہیں گے۔ دوسری طرف حکومت شرعی سزاؤں کے نفاذ میں مخلص نہیں ہے، تو پھر اس سے عملاً بے حیائی کو فروغ حاصل ہوگا اور نوجوان بچیوں کا گھروں سے فرار بڑھتا چلا جائے گا۔ فحش کے مظاہر تو پہلے ہی بے شمار ہیں۔ ہیجانات لاتعداد ہیں مگر کچھ اصلی اور کچھ معنوی تکلفات کے پیچھے پڑ کر بچوں بچیوں کی شادیاں مؤخر کرتے چلے جانے کی وباء بڑھتی چلی جاتی ہے۔ مخلوط تعلیم نے معاملہ اور بھی بگاڑ دیا ہے۔ اس

سے بچیاں اس طرح کے اقدام اٹھانے پر مجبور ہو رہی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں لڑکیوں سے رشتے کے بارے میں پوچھنا بھی شرم و حیاء کے منافی سمجھا جاتا ہے حالانکہ اسلام نے عورتوں کو انتخاب زوج کا حق دیا ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ شادی کرتے وقت بچیوں کی رضا کو لازماً مدنظر رکھیں۔ جبکہ عملاً ہمارے ہاں صورت حال اکثر و بیشتر یہی ہے کہ ان کو گائے بیل کی طرح کسی کھونٹے پر باندھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے میں مغرب زدہ این جی اوز بچیوں کی طرف سے معمولی سی بغاوت کی بُو محسوس کرتے ہوئے فوراً ''دستک'' اور ''آستانہ'' جیسے اداروں میں پناہ دے کر والدین کے خلاف ان کی خوب برین واشنگ کر ڈالتی ہیں۔ چنانچہ مسائل زور بروز گھمبیر تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اب ایسے میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے؟

-1 اس مسئلہ کا اصل حل تو اسلامی سزاؤں کا نفاذ ہے۔ بروقت انصاف مہیا کیا جائے اور ہر کہ ومہ کے لئے انصاف کا حصول عام کیا جائے تا کہ قاضی جرائم کی حوصلہ شکنی کے لئے حالات و ضرورت کے مطابق حد یا تعزیر نافذ کرے بڑھتے ہوئے جرائم کا تدارک کرے۔ اس وقت بڑا ضروری ہو گیا ہے کہ جرائم کی سنگینی کے مطابق قاضی سزا نافذ کرے۔ اگر عورت مظلوم تھی اور محض بدچلنی کے شبہ میں اس کو قتل کیا گیا تو قاتل کو قتلِ عمد کی پوری سزا دی جائے اور اگر مقتولہ واقعتاً جرم میں ملوث تھی اور اس کے گواہ موجود ہیں تو پھر بھی قاتل کو تعزیر دی جائے۔ اس بات پر کہ اس نے قانون اپنے ہاتھ میں کیوں لیا اور عدالت کو اس سے آگاہ نہیں کیا؟

نیز اسلامی حکومت کی مجلس شوریٰ یا اسلامی نظریاتی کونسل اس سلسلے میں باقاعدہ قانون سازی کرے۔ اس طرح فرار ہونے والی لڑکیوں کو قرار واقعی سزا عدالت سے ملنے لگے تو اس رجحان کی حوصلہ شکنی ہو اور گھر سے مفرور ہونے کے واقعات کی روک تھام ہو سکے۔

-2 اس کے علاوہ درج ذیل اقدام کرنے بھی ضروری ہیں:

☆ ٹی وی اور ویڈیو سے گھٹیا فلمیں بند کر کے اس کو اسلامی پروگراموں کی اشاعت کے لئے وقف کیا جائے۔

☆ بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا جائے خصوصاً اسلامی تصور عفت وحیاء ان میں اجاگر کیا جائے۔ نگاہوں میں جھجک اور عفت، محرم اور غیر محرم کے تصور بلکہ اس پر سختی سے پابندی کرانے سے ہی پیدا ہوسکتی ہے...... نیز اسلامی قانونِ ستر وحجاب کی پابندی کرائی جائے۔

3۔ شادی کرنا آسان بنایا جائے۔ قانوناً جہیز کا مطالبہ منع کر دیا جائے۔ جہیز کی نمود ونمائش پر بھی پابندی لگائی جائے۔ شادی بیاہ پر لمبے چوڑے کھانے پر بھی پابندی لگنی ضروری ہے۔ ولیمہ کا کھانا صرف سو آدمیوں کے لئے اور صرف ایک سالن اور ایک میٹھی ڈش تک محدود کیا جائے۔

☆ بروقت بچوں کی شادیاں کی جائیں بلاوجہ شادی کو مؤخر نہ کیا جائے۔

☆ بچی سے پوچھ کر اس کا رشتہ طے کیا جائے۔

4۔ اگر کسی بچے میں بغاوت کا رجحان پیدا ہونے لگے (اور ماں باپ کو عموماً اپنے بچوں کے جذبات کا علم ہوتا ہے) تو فوراً اسے کنٹرول کیا جائے۔ ان کو گھر میں نظر بند کر دیا جائے اور جس لڑکے کے ساتھ وہ ملوث ہے وہیں خاموشی اور سادگی سے اس کی شادی کر دی جائے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کفو ہے کہ نہیں۔ بس یہ دیکھ لیا جائے کہ وہ مسلمان ہے۔ باقی قبیلہ، خاندان اور مال و دولت کے پیمانے وہاں فی الفور ترک کر دیئے جائیں۔ عقل مند ماں باپ ایسے واقعات کو آگے بڑھنے نہیں دیتے اور خاموشی سے اپنے ہاتھوں بچی کو وہیں بیاہ دیتے ہیں جہاں اس کو خواہش ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس اگر کوئی نوجوان جوڑا جرم زنا میں ملوث لایا جاتا تو آپؓ ان دونوں کو پہلے سزائے تازیانہ دیتے پھر ان کی باہمی شادی کرادیتے۔ اس صورت میں بچیوں کے گھروں

سے فرار کے واقعات کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔

-5 طاغوتی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لئے افراد کو تیار کیا جائے۔ ان کے باقاعدہ ریفریشر کورس اور تربیتی ادارے قائم کئے جائیں تا کہ وہ ایک طرف اپنے عوام کو اس باطل نظام کی تباہ کاریوں سے آگاہ کرتے رہیں، دوسری طرف پروپیگنڈے کا دندان شکن جواب دے سکیں۔

-6 اسلامی معاشرتی اقدار کے بارے میں زبان طعن دراز کرنے والوں کو قانونا سزا دی جائے۔ اگر ایسے چند لوگوں کو تعزیری سزا مل جائے تو ایسے سب پروپیگنڈے فوراً دم توڑ جائیں۔ ذرا ہمت کرنے کی ضرورت ہے۔

ہماری مطبوعات

عورت اور خاندان

- عورت اور رسم و رواج
- خاندانی نظام کا استحکام
- رشتہ داروں کے حقوق و فرائض
- اسلامی تناظر میں عورت کے حقوق و فرائض

عورت اور قانون

- حق مہر
- قتل غیرت
- قانون توہینِ رسالت
- حدود قوانین (حقائق و اعتراضات کا جائزہ)

عورت اور سیاست

- عورت کی سیاسی نمائندگی
- خواتین کی سیاسی عمل میں شرکت
- منتخب خواتین نمائندگان کے لئے لائحہ عمل
- عورت کی فلاح کا منصوبہ عمل

ویمن کمیشن جماعت اسلامی

خواتین کے حقوق کے حصول کیلئے پاکستان کی موجودہ معاشرتی حالات میں درپیش مسائل کے حل کیلئے عملاً جدوجہد کرے گا۔

مقاصد

- عورت کے عزت و وقار کا تحفظ، ماں کا کردار اور معاشرے میں بچیوں کے مقام کی بحالی۔
- اسلام میں عورت کو دیئے گئے حقوق ملکیت، وراثت اور کفالت کا معاشرے میں شعور اجاگر کرنا اور ان کے حصول کیلئے عملاً کوشش کرنا۔
- عورت کی حیثیت و حقوق کو متاثر کرنے والے غلط رسم و رواج کا خاتمہ مثلاً جہیز، وٹہ سٹہ، جبری نکاح، ونی، کاروکاری اور سوٗرا کی رسم۔
- دورِ جدید کے مسائل، اسلام اور مسلمان عورت کے بارے میں پیدا شدہ شبہات کا ازالہ۔
- عورت کے سماجی، معاشی، معاشرتی، قانونی، تعلیمی اور طبی حقوق کی فراہمی کے واضح لائحہ عمل کا تعین کرنا اور اپنی آواز کو پالیسی ساز اداروں تک پہنچانا۔